☆ عطیہ دلاور علی

مرزا محمد تقی خان ترقی اور ان کا دیوان

سید محمد میر سوز (۱۱۲۸ھ / ۱۷۱۶ء -- ۱۲۱۳ھ / ۹۹-۱۷۹۸ء) کے تلامذہ میں مرزا محمد تقی خان ترقی (متوفی ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) کو اہم مقام حاصل ہے، ان کا شمار دور زوال کے لکھنوی امرا میں ہوتا ہے، اور ان کی زندگی کے احوال و کوائف کی تحقیق سے نواب آصف الدولہ (متوفی ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء) کے سوانح کی بعض تفصیلات بھی روشن ہوتی ہیں اور اس عہد کے ادبی منظر نامے کی بعض دلچسپ تفصیلات کا بھی علم ہوتا ہے۔

ترقی کا دیوان مرتب ہو کر شائع نہیں ہوا۔ اس کا ایک خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود تھا جس کی مائیکرو فلم پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ کی گئی۔ راقم کی خواہش پر محترمہ عطیہ دلاور علی نے، اس مائیکرو فلم کی مدد سے دیوان ترقی ردیف الف کی تدوین کا کام شروع کیا، دوران تحقیق میں، ملائشیا اور ہندوستان میں محفوظ، دیوان ترقی کے دو اور خطی نسخوں کا بھی سراغ ملا چنانچہ ان نسخوں کے عکس حاصل کر کے ان سے بھی تقابل کیا گیا۔

ممکن ہے، دیوان ترقی کے اور بھی خطی نسخے ہوں لیکن ابھی ان کا علم نہیں، سردست یہی تین نسخے معلوم ہیں اور ان تینوں نسخوں کی روشنی میں کیا گیا تدوین ردیف الف کا کام نذر قارئین ہے، ترقی کے مکمل دیوان کی تدوین کا کام ہنوز اردو دنیا پر قرض ہے۔

زاہد منیر عامر

میرزا محمد تقی خان ترقی کا شمار فیض آباد کے رؤسا میں ہوتا تھا۔ ترقی کے آبا و اجداد نیشاپور سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ اور خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کی طرف سے ۳۰ ویں پشت میں ترقی کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک جا پہنچتا تھا۔ ترقی کی والدہ نجم النساء بیگم اودھ کے پہلے حکمران سعادت خان برہان الملک کی نواسی تھیں۔ اور ترقی کے

☆☆ معرفت شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

والد میرزا محمد امین، سعادت خان برہان الملک کے بھانجے میرزا یوسف کور کے بیٹے تھے۔

میرزا محمد تقی خان، ترقی تخلص، عرف آغا صاحب، اسدالدولہ، رستم الملک، خان بہادر، فیل جنگ خطاب (۱) فیض آباد میں پیدا ہوئے اور یہیں پلے بڑھے۔ میرزا محمد امین کے چار بیٹوں میں ترقی دوسرے نمبر پر تھے۔ آصف الدولہ متوفی ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) نے میرزا محمد تقی خان ترقی اور ان کے بھائی میرزا محمد نصیر کو اپنی اولاد کی طرح پالا تھا (۲) - ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۳ء میں میرزا محمد تقی خان کی شادی لطف النساء بیگم سے ہوئی۔ جنہیں والدہ آصف الدولہ (المشہور بہو بیگم) نے اپنی بیٹیوں کی طرح پالا تھا۔ (۳) بہو بیگم کی وفات (۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء) کے بعد بہو بیگم کے وصیت نامہ کی رو سے ترقی کے لئے وثیقہ بھی مقرر کیا گیا (۴) جس کے مطابق بہو بیگم کی جاگیر یا جائیداد کی آمدنی سے ترقی کو معقول تنخواہ ملتی تھی۔ بہو بیگم کی وفات کے بعد ترقی فیض آباد سے لکھنؤ منتقل ہو گئے (۵)

شاعری میں ترقی نے میر سوز کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ میر سوز شجاع الدولہ کی وفات کے بعد ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء میں لکھنؤ آئے تھے۔ جہاں آصف الدولہ نے انہیں اپنا استاد مقرر کیا تھا (۶) اور ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء میں آصف الدولہ کی وفات کے بعد میرسوز لکھنؤ سے رخصت ہو گئے تھے (۷) چنانچہ یہ ۲۰ سال کا عرصہ ایسا تھا۔ جس میں میر سوز لکھنؤ اور فیض آباد میں موجود تھے۔ اور اسی دور کو میرزا محمد تقی خان کی نوجوانی اور ذہنی ارتقاء کا دور بھی کہہ سکتے ہیں۔ فیض آباد کے قیام کے دوران ہی ترقی شعر و سخن سے خاصی دلچسپی پیدا کر چکے تھے۔ ساتھ ہی اس وقت کے رواج کے مطابق اور فیض آباد کے نواب اور مشہور شخصیت ہونے کے باعث ترقی نے شعراء کو اپنے ہاں ملازم رکھنا شروع کیا۔ اور باقاعدہ محفل مشاعرہ قائم کی۔ چنانچہ اس دور کے اہم اور مشہور شاعر ترقی کے گھر جمع ہوتے اور مشاعرہ پڑھتے۔ گارسیں دتاسی نے ترقی کے ترجمے میں لکھا ہے:

"فیض آباد میں مشاعرہ اپنے گھر میں ڈالتا اور ہر شخص سے بزرگانہ پیش آتا" (۸) اس دور کے مشہور شاعروں میں سے میر خلیق پندرہ روپے ماہوار پر ترقی کے یہاں ملازم تھے (۹) ترقی نے آتش کو بھی لکھنؤ سے بلا کر اپنے ہاں ملازم رکھا۔ آزاد نے آب حیات میں لکھا ہے کہ میرزا محمد تقی خان ترقی چاہتے تھے کہ فیض آباد میں شعر و سخن کا چرچا ہو۔ چنانچہ فیض آباد میں باقاعدہ محفل مشاعرہ منعقد کروانے کا آغاز ترقی کے گھر سے ہوا۔ ترقی نے یہ فیصلہ کیا کہ خواجہ حیدر علی آتش کو لکھنؤ سے بلا کر فیض آباد میں رکھیں۔ پہلے مشاعرے میں میر خلیق نے غزل پڑھی۔ جس کا مطلع یہ تھا۔

رشک آئینہ ہے اس رشک قمر کا پہلو
صاف ادھر سے نظر آتا ہے ادھر کا پہلو

آتش نے یہ سن کر اپنی غزل پھاڑی اور کہا کہ جب ایسا شخص یہاں موجود ہے تو میری کیا ضرورت ہے (۱۰)

ترقی نے اس غزل کی زمین میں غزل کہی۔ جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔

پوچھ مت زخمی ہے جراح کدھر کا پہلو
یہ نہیں ہونے کا مجھ خستہ جگر کا پہلو
کوچ کر جائے گی عاشق کی ترے ہنستے ہی جان
بات وہ کہیو نہ ہو جس میں سفر کا پہلو
کارگر دل میں کسی کے جو نہیں اب ہوتی
چھٹ گیا آہ سے شاید کہ اثر کا پہلو
یوں تہ زلف سے ہوتا ہے نمودار وہ رخ
ابر سے آوے نظر جیسے قمر کا پہلو
لادوا زخم سمجھ پہلو تہی کرتا ہے
دیکھتا ہے میرا جراح جدھر کا پہلو
چین یونہی ہے ترقی کو نہ سرکاؤ کوئی
بستر خاک سے اس خاک بسر کا پہلو (۱۱)

ترقی کی محفل مشاعرہ میں تمام نامی گرامی شعرائے کرام جمع ہوتے تھے۔ میر تقی میر بھی ایک دفعہ شریک مشاعرہ تھے کہ جرات نے ایک غزل پڑھی۔ اور میر سے داد چاہی، جس پر میر تقی میر نے کہا تھا کہ شعر کہنا تو تم نہیں جانتے، اپنی چوماچاٹی کہہ لیا کرو (۱۲)

ترقی کا سال ولادت اور سال وفات تاریخ اودھ کی کسی کتاب یا تذکرے میں درج نہیں۔ البتہ شیفتہ نے ان کا ترجمہ گلشن بے خار میں صیغہ حال میں لکھا ہے (۱۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی ۱۸۳۲ء (زمانہ تالیف گلشن بے خار) تک حیات تھے۔ ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری کی تحقیق کے مطابق ترقی کا انتقال لکھنؤ میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں ہوا (۱۴) اور راجہ صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں میرزا علی نظر جو مصحفی کے شاگرد تھے کا قلمی دیوان موجود ہے، جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے آخر میں ترقی کا سال وفات اس طرح درج ہے۔

"تاریخ وفات محمد تقی خان بہادر فیل جنگ"

محمد تقی خان بہادر کہ بود
بجود و شجاعت عدیم المثال
بحکم خدا زیں سرائے سپنج
سوئے باغ فردوس کرد انتقال
پئے سال تاریخ آن ذی شکوہ
چو کردم نظر از دل خود سوال
ہماں دم خرد از سر علم گفت
برفت از زماں قدردان کمال
۸+ ۱۲۳۸ = ۱۲۴۶ ہجری (۱۵)

ناسخ نے ترقی کے مطلع سے تاریخ وفات نکالی ہے۔ جو دیوان ناسخ کے قلمی نسخہ لکھنؤ یونیورسٹی میں موجود ہے۔ یہ دیوان بھی غیر مطبوعہ ہے۔

"تاریخ وفات میرزا محمد تقی ترقی"

دنیا کے جو مزے ہیں باللہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے اے وائے ہم نہ ہوں گے
۱ + ۱۲۴۵ = ۱۲۴۶ھ (۱۶) (لیکن اس سے صحیح تاریخ نہیں نکلتی)

مرزا علی نظر کے قطعہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کا انتقال ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء کو لکھنؤ میں ہوا۔ اور اکبر حیدری کاشمیری کی روایت کے مطابق وہ کاظمین کے متصل نیشاپوری مقبرے میں دفن ہیں۔ مقبرے پر کتبہ میں میر خلیق کی کہی تاریخ کندہ ہے۔ (۱۷)

(ڈاکٹر صاحب نے یہ تاریخ نوٹ کی تھی۔ افسوس ان سے کہیں کھو گئی)

ترقی صاحب اولاد تھے۔ ہماری تحقیق کے مطابق ترقی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹی کا نام فاطمہ بیگم اور بیٹے دلیرالدولہ میرزا حیدر تھے (۱۸)

میرزا حیدر شاعر تھے اور صاحب دیوان بھی تھے۔ ان کا نام میرزا محمد علی خان خطاب دلیرالدولہ فیروز جنگ خان بہادر عرف آغا حیدر (۱۹) اور حیدر تخلص تھا۔ رضا برق کے شاگرد تھے۔ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء میں انتقال کیا۔

میرزا حیدر کے چند اشعار

اسے بچپن میں ہی کہتے تھے یوں ہم شاداں ہو کر
کہ یہ اک آفت جان جہاں ہو گا جواں ہو کر
نہ ہوتا تو کبھی گر برق کا شاگرد اے حیدر
جلاتا دشمنوں کو کس طرح آتش زباں ہو کر (۲۰)

دلیرالدولہ میرزا حیدر کی غالب سے خط و کتابت بھی تھی۔ اور بہت اچھے تعلقات بھی تھے۔ کلیات نثر غالب میں ان کے نام خطوط بھی ہیں۔ میرزا غالب نے ایک خط مورخہ جمادی الاول روز شنبہ ۱۲۶۶ھ کو لکھا۔ جس میں میرزا نے اس قصیدے کا ذکر کیا ہے۔ جو انہوں نے واجد علی شاہ کی تعریف میں لکھا اور جسے میر ضمیر نے دربار میں پڑھا۔ (۲۱)

ترقی ایک باغ و بہار و پرشکوہ شخصیت کے حامل تھے۔ سرکار اودھ میں نام ور اور صاحب جاگیر تھے۔ مصحفی نے ترقی کے ترجمے میں ان کی دریا دلی، نفاست طبع اور شعر و سخن سے دلچسپی کے متعلق لکھا ہے۔

○"جوانیست، باغ و بہار، سرو قامتش، موزونی آراستہ و پنجہ دستش بحنائے سخاوتؔ پیراستہ، عالی دود مانی ایشاں، محتاج بشرح بیان نیست، از ابتدائے شوق موزونی طبع تا الی الآن رجوع از تہ دل بہ اہل کمال و صاحبان سخن از عطیہ دست وزبردست می آرند ہر کس و ناکس را محروم نمگیزارد" (۲۲)

ترقی پڑھے لکھے اور صاحب ذوق شخص تھے۔ ان کا کتاب خانہ بہت مشہور تھا۔ جس میں اردو فارسی اور عربی کے بیش بہا قلمی نسخے موجود تھے۔ ان کے کتب خانے میں میر حسن کا تذکرہ شعرائے اردو ہندی بخط مصنف بھی موجود تھا۔ جسے ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے۔ یہ کتب خانہ سلطان المدارس میں منتقل ہوا۔ جہاں یہ علمی خزانہ بڑی کسمپرسی کے عالم میں ہے۔ بعض نسخے سینکڑوں برس پہلے کے ہیں (۲۳)

ترقی کے کلام سے ان کی انسان دوستی، محبت، رواداری اور اخلاص کا اندازہ ہوتا ہے۔

طبیعت میں اپنی سبک نہیں دشمنی کو دخل
دشمن سے اپنے کہتے ہیں ہم دوستی کی بات

قدرت اللہ قاسم نے ان کے کلام کو درد آلود اور فکر کو رنگین قرار دیا ہے (۲۴) صاحب خم خانہ جاوید کے بقول ترقی کا شمار اساتذہ قدیم میں ہوتا ہے۔ متانت اور سنجیدگی کے پہلو بہ پہلو لطف زبان اور معاملہ بندی میں اپنا مزہ دکھاتے ہیں، کلام میں درد اور دلکشی موجود ہے۔ زبان شیریں اور

صاف ہے۔ لطف محاورہ موجود ہے۔ البتہ استعارات و تشبیہات سے کلام پاک ہے۔ (۲۵)

موضوعاتی سطح پر ترقی کی شاعری دبستان لکھنؤ کی شاعری کی عمومی روایت سے قدرے ہٹ کر کسی قدر دہلی کی شاعری کا رنگ لیے نظر آتی ہے۔ ترقی کے ہاں سوقیانہ اور مبتذل مضامین بہت کم ہیں۔ مجازی محبوب سے وصل کے ذکر میں بات ایک حد سے آگے نہیں جانے دیتے جو لکھنؤ کے معیار شاعری میں ایک صحت مندانہ رجحان معلوم ہوتا ہے۔

دیوان ترقی کے تین نسخوں کا سراغ ہمیں ملا ہے۔ جن میں سے ایک انڈیا آفس لائبریری لندن میں سلسلہ نمبر B.172 کے تحت موجود ہے۔ اس نسخے کے اوراق ۱۰۵ ہیں۔ بلوم ہارٹ کی فہرست میں بھی اسی دیوان کا ذکر ہے۔ اس نسخے کا سائز ۲/ ۱/ ۸ X ۲/ ۱/ ۴ ہے۔ صرف غزلیات کا یہ دیوان ناقص الآخر ہے۔ اس مخطوطے کی کتابت بہت محنت سے کی گئی ہے۔ لہٰذا اس نسخے کو زیر نظر تدوین کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اور انڈیا آفس لائبریری لندن کی رعایت سے اس کے لئے ہم نے ل کا اختصار کیا ہے، دیوان ترقی کا دوسرا نسخہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملائشیا سے منسلک ادارے

The international institute of Islamic Thought and Civlization

کی لائبریری میں سلسلہ نمبر ۳۹۹ کے تحت موجود ہے۔ اس کے اوراق ۱۵۸ ہیں۔ شکستہ اور جلی نستعلیق میں لکھا ہوا یہ نسخہ بیاض کی شکل میں ہے۔ نسخے کا سائز ۸/ ۱/ ۴.+ ۴/ ۱/ ۸ ہے۔ یہ نسخہ ل سے پہلے کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کاتب نے اشعار کی ابتدائی صورتیں کاٹ کر جو اصل صورت درج کی ہے۔ وہ نسخہ ل میں موجود ہیں، یہ نسخہ بھی ناقص الآخر ہے، نسخہ ل سے تقابل کے وقت ہم نے اس نسخہ کے لئے م کا اختصار کیا ہے۔

دیوان ترقی کا تیسرا نسخہ خدا بخش لائبریری میں سلسلہ نمبر ۲۲ کے تحت ہے۔ عابد امام زیدی نے خدا بخش لائبریری کے مخطوطات کی جو فہرست مرتب کی ہے۔ اس میں اس مخطوطے کا ذکر نہیں، اکبر حیدری کاشمیری نے رسالہ نقوش میں اپنے مقالہ "مخطوطہ دیوان ترقی" میں اس نسخے کا ذکر کیا ہے، ڈاکٹر صاحب کے مطابق اس نسخے کا سائز ۷ X ۹ ہے، اوراق ۱۱۹ ہیں، یہ نسخہ بھی ناقص الآخر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں ردیف الف کی کچھ غزلوں کا انتخاب دیا ہے۔ جس سے ہم نے زیر نظر تدوین میں تقابل کا کام لیا ہے، اور خدا بخش لائبریری پٹنہ کی رعایت سے پ کا اختصار کیا ہے۔

تذکروں سے تقابل کے وقت ہم نے اصل متن کو برقرار رکھتے ہوئے حواشی میں تذکرے کی وضاحت کے ساتھ اسے بیان کر دیا ہے۔

جو تبدیلی متن میں ہم نے کی اسے قلابین [ ] میں درج کیا ہے۔ اور حواشی میں مخطوطات میں موجود اصل لفظ کی وضاحت کر دی ہے، البتہ جہاں کوئی لفظ نسخہ مادر میں موجود نہیں مگر کسی دوسرے نسخے میں موجود ہے۔ اسے قوسین ( ) میں ظاہر کیا گیا ہے۔

حوالے

۱۔ مصحفی، غلام ہمدانی ریاض الفصحا، مرتبہ عبدالحق دہلی : جامع برقی پریس ۱۹۳۴ء ص ۵۴

۲۔ حیدر، کمال الدین، سوانحات سلاطین اودھ لکھنؤ : نول کشور اکتوبر ۱۸۹۶ء ص ۲۶/۲۷

۳۔ رام پوری، نجم الغنی تاریخ اودھ کراچی : نفیس اکیڈمی اکتوبر ۱۹۷۸ء ج دوم ص ۳۰۹

۴۔ رام پوری، نجم الغنی محولا بالا ج چہارم ص ۱۲۵

۵۔ حیدر، کمال الدین محولہ بالا ص ۲۳۳

۶۔ زاہد منیر عامر، میرسوز دہلی سے لکھنؤ تک (مقالہ) اورینٹل کالج میگزین لاہور : پنجاب یونیورسٹی ج ۶۶ عدد ا ص ۴۶

۷۔ زاہد منیر عامر، ایک گم شدہ نوا، میر مہدی داغ (مقالہ) شمارہ خاص اول اورینٹل کالج میگزین لاہور : پنجاب یونیورسٹی ۱۹۹۰ء ۔ ص ۱۹۰

۸۔ گارسین دتاسی، مترجمہ ایف فیلن و مولوی کریم الدین، تاریخ ادب ہندوستانی ترجمہ از تاریخ ہندوی و ہندوستانی لٹریچر دہلی : مطبع العلوم ۱۸۴۸ء

۹۔ آزاد، محمد حسین، آب حیات، لاہور : سنگ میل ۱۹۹۵ء ص ۳۰۹

۱۰۔ آزاد، محمد حسین، محولہ بالا، جائے مذکور

۱۱۔ ترقی، دیوان ترقی، غیر مطبوعہ

۱۲۔ آزاد، محمد حسین محولہ بالا ص ۲۰۰

۱۳۔ شیفتہ، مصطفیٰ خان، گلشن بے خار، مرتبہ کلب علی خاں فائق لاہور : مجلس ترقی ادب ۱۹۷۳ء ص ۱۰۱

۱۴۔ اکبر حیدری کاشمیری، ڈاکٹر، میرزا محمد تقی خان ترقی (مقالہ) سیارہ سہ ماہی اشاعت خاص ۲ لاہور : ج ۳۱ ش ۴ / ۵ اکتوبر نومبر ۱۹۷۶ء ص ۱۱۲

۱۵۔ اکبر حیدری کاشمیری، ڈاکٹر، محولہ بالا، جائے مذکور

۱۶۔ اکبر حیدری کاشمیری، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص ۱۱۲ / ۱۱۳

۱۷۔ اکبر حیدری کاشمیری، ڈاکٹر، مخطوطہ دیوان ترقی (مقالہ) نقوش عصری ادب نمبر لاہور : ادارہ فروغ اردو ص ۵۵

۱۸۔ حیدر، کمال الدین، محولہ بالا، ص ۲۷

۱۹۔ محسن علی لکھنوی، سراپا سخن، مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسین لاہور : اظہار سنز ۱۹۷۰ء ص
۲۰۔ لالہ سری رام، خم خانہ جاوید، دہلی : مطبع نول کشور ۱۹۰۷ء ج دوم ص ۵۲۸
۲۱۔ اکبر حیدری کاشمیری، ڈاکٹر، میرزا محمد تقی خان ترقی (مقالہ) ص ۱۱۲
۲۲۔ مصحفی، غلام ہمدانی، محولہ بالا، جائے مذکور
۲۳۔ اکبر حیدری کاشمیری، ڈاکٹر، مخطوطہ دیوان ترقی (مقالہ) ص ۵۶
۲۴۔ قاسم قدرت اللہ، مجموعہ نغز، مرتبہ محمود شیرانی، دہلی : نیشنل اکیڈمی س ن ص ۱۳۸
۲۵۔ لالہ سری رام، محولہ بالا، جائے مذکور

غزلیات ردیف الف

وصف اس کا نہ کروں کیونکہ میں پنہاں پیدا — جس کی وحدت سے ہوئی کثرت امکاں پیدا
اس کی قدرت کے بھلا کیونکہ نہ ہو جی قائل (۱) — خاک سے جس نے کیا قالب انساں پیدا
کنہ کو اس کے پہنچنا ہے بہت عقل سے دور — بے ستوں جس نے کیا گنبد گرداں پیدا
ظلمت شب کبھی ہوتی نہ سحر سے زائل — کرتا صنعت سے نہ گر مہر درخشاں پیدا
ہوتا صانع کا اگر دامن صنعت نہ وسیع — چشم ہوتی نہ تہ دامن مژگاں پیدا
جان عالم اُسے کہنا نہیں لائق ہرگز — کیونکہ پیدا وہ نہیں اور ہوئی جان پیدا
کوئی تو شکل ہے باطن میں بسان تصویر — دیکھ کر جس کو ہوا آئینہ حیراں پیدا
قید میں عالم امکاں ہے اس کے جس نے — جان کے واسطے تن کا کیا زنداں پیدا
بے نیازی سے وہ ہم بے سروسامانوں کو — پل میں کر دیتا ہے کیا کیا سروساماں پیدا
شعلہ زن تھا دل موسیٰ پہ بھی وہ ہی جس نے — جگر سنگ سے کی آتش سوزاں پیدا
دیر و کعبہ میں جسے ڈھونڈو ہو تم، ہم نے اسے — دل میں اپنے کیا اے گبرو مسلماں پیدا
ہاتھ آتا نہیں داماں جلال اس کا جو آہ — صبح ہوتی ہے [اسد] (۲) چاک گریباں پیدا

کیوں نہ دیوان کا شہرہ ہو ترقی تیرے (۳)
کیا غزل تجھ سے ہوئی ہے سر دیوان پیدا

بیان کیا کروں لطف ہر بار کا — عجب ہے مزا اس سے تکرار کا
مسیحا مجھے دیکھ کہنے لگا — کروں کیا علاج اس کے آزار کا (۴)
نشانہ نہ دیکھا کبھی چوکتے — چلا تیر جب اس کماں دار کا
جسے دیکھ کر چال بھولے ہے کبک (۵) — میں پامال ہوں اس کی رفتار کا
چمن چھوڑ کر جو قفس میں پھنسے — لگے خاک جی اس گرفتار کا
عزیزو انسے شہر سے کام کیا — جو آوارہ ہو دشت و کہسار کا
جلا ڈالے اک دم میں ساتوں فلک — میں قائل (۶) ہوں آہ شرر بار کا
جو سوؤں تو دیکھوں اسے خواب میں — مجھے شکوہ ہے (۷) چشم بیدار کا
نہ رکھے جو تن پر کبھی ایک تار — اسے درد سر کب ہے دستار کا

مجھے رشک سے قتل کرتا ہے کیوں نہ کر خون ہر روز دو چار کا

(ق)

میں عالم کہوں اپنی مستی کا کیا گلے میں پہن رشتہ زنار کا
کبھو بت کو توڑا کبھو سجدہ گاہ جلایا جگر گبرو دیندار کا
ترقی غزل اور کہہ ایسے تو
کہ مستی کا عالم ہو، ہشیار کا (۸)

============

گنہ کچھ نہیں اس ستم کار کا یہ باعث ہے سب میرے اظہار کا
پڑا [بوجھ (۹)] پھولوں کے جو ہار کا اڑا رنگ اس گل کے رخسار کا
مری قبر پر رکھیو نرگس کے پھول کہ کشتہ ہوں (اس) چشم بیمار کا
نہیں داغ دل پر، دیا ہے چراغ خدا نے یہ مجھ کو شب تار کا
بہت سر ٹکرا کر مر جائیں گے نہ کر بند رخنہ تو دیوار کا
تصور نے گل کے یہ تاثیر کی قفس ہو گیا رشک گل زار کا
دم نزع کلمہ پڑھاتے ہو کیا ہے ورد زباں نام اس یار کا
اگر جان جاوے تو جراح کو نہ دکھلاؤں زخم اس کی تروار کا
مجھے دے گیا دل کی قیمت میں داغ
میں بندہ ہوں اپنے خریدار کا

(ق)

اگر مجھ سے پوچھے کوئی وقت قتل (۱۰) کہ مطلب ہے کیا تجھ گنہ گار کار
تو نکلے زبان سے یہی میرے (۱۱) حرف کہ تشنہ ہوں میں اُس کے دیدار کا
ترقی کو نسبت نہ دو میر سے
یہ عالم کہاں اُس کے اشعار کا

============

اس کی گلی میں خضر سے جایا نہ جائے گا شاید گیا تو جیتے جی آیا نہ جائے گا

جس کو کہ قتل تو نے کیا تیغ ناز سے — عیسیٰ بھی آوے تو وہ جلایا نہ جائے گا
اسے دل سبک تو لوگوں میں کیجو نہ آپ کو — یہ بار عشق تجھ سے اٹھایا نہ جائے گا
ہے زخم اس کے ہاتھ کا یارو بہت عزیز — جراح کو یہ مجھ سے دکھایا نہ جائے گا
دیوانہ وار دیکھ کے کہتے ہیں سب مجھے — جن یا پری کا اس کو ہے سایہ، نہ جائے گا
میں نے کہا کہ دل میرا دیجئے تو بول اٹھا — تجھ سے کبھو یہ اپنا پرایا نہ جائے گا
جو چاہو ظلم تم کرو پر ہم سے جیتے جی — شکوہ کی راہ ہونٹ ہلایا نہ جائے گا
مہمان کوئی دم کا ہوں بلوا کے دیکھ لے — ملک عدم سے پھر تو بلایا نہ جائے گا
عاشق نے تیرے پایا ہے معشوق سا مزاج — اب کے جو روٹھا وہ تو منایا نہ جائے گا
دل گھر ترا ہے اس کو جلاوے گا تو اگر — تجھ سے پھر آپ کو بھی بچایا نہ جائے گا
ناصح نہ بک تو اتنا کہ ہم سے تمام عمر — تقدیر کے لکھے کو مٹایا نہ جائے گا

دشت جنوں کو اب کے ترقی اگر گیا
پھر ڈھونڈتے پھرو گے تو پایا نہ جائے گا

============

کرتے ہو کیا اشارا میں کچھ نہیں سمجھتا — منہ سے کہو خدارا میں کچھ نہیں سمجھتا
مارا تو تھا نگہ سے پھر کس طرح سے مجھ کو — زندہ کیا دوبارا (۱۱) میں کچھ نہیں سمجھتا
غرفے سے اس کے میں نے کل ایک چمک سی دیکھی — تھی چشم یا ستارا؟ میں کچھ نہیں سمجھتا
بے فائدہ ہے نہ کر تو ناصح مجھے نصیحت — تیرا ہے کیا اجارا میں کچھ نہیں سمجھتا
مطلق نہیں ٹھہرتا سینے میں ایک دم بھی — یہ دل ہے یا کہ پارا؟ میں کچھ نہیں سمجھتا
مجھ سے تو اک ذرا بھی کاوش نہ تھی کسی کو — یہ کس نے تیر مارا میں کچھ نہیں سمجھتا
کیا قصد ہے جو تم نے پیارے خلاف عادت — ہے آپ کو سنوارا میں (کچھ) نہیں سمجھتا
تاب و توان و طاقت صبر و قرار مجھ سے — کیوں کر گئے کنارا میں کچھ نہیں سمجھتا
بہر خدا طبیبو تم مجھ سے ہاتھ اٹھاؤ — جز مرگ اپنا چارا میں کچھ نہیں سمجھتا

سمجھایا خوب دل کو کل میں نے اے ترقی
پر وہ یہی پکارا میں کچھ نہیں سمجھتا

============

کون سا گل اس باغ میں آکر(۱۲) رنگ اور بو سب لوٹ گیا — کس نے آنکھ لڑائی تھی جو دیدۂ نرگس پھوٹ گیا(۱۳)

لاش پہ میری جو کوئی آیا کہہ کے یہ چھاتی کوٹ گیا
خوب ہوا جو مارا پڑا یہ جھگڑے سے نت کے چھوٹ گیا

سانس کہاں لی جاتی ہے یہ موت کے دم میں بھرتا ہوں
ہجر میں اس کے چھاتی جو کوٹی میرا کلیجہ ٹوٹ گیا

پا کے اکیلا اس کو گلی میں دوڑ کے دامن پکڑا تھا
جھٹکا اس نے ایسا مارا ہاتھ سے میرے چھوٹ گیا

کچلے کچلے یہ جو ٹکڑے آنکھوں سے ہر پل گرتے ہیں
شاید کوئی سنگ دل آ کر سینے میں دل کو کوٹ گیا

چھیڑ تو دیکھو دانستہ وہ سن میری زاری کہتا ہے
یہ جو ترقی روتا ہے کیا کوئی اس کو لوٹ گیا

معشوق کا دل حق نے اگر سنگ بنایا
عشاق کو کس واسطے بے ننگ بنایا

اغیار کے ہے ساتھ مجھے کہتا ہے تو آ
اس راہ میں غیرت نے مجھے لنگ بنایا

تن لاغر و رخ زرد، لب خشک و مژہ تر
یوں حسن نے تیرے مجھے چو رنگ بنایا

بالعکس دہن تنگی تری دیکھ کے حق نے
دشمن کو مقابل ترے دل تنگ بنایا

لی چٹکی مری ران میں شوخی سے جو اس نے
ایک بوٹا عجب طرح کا خوش رنگ بنایا

کچھ دل میں کدورت نہ رکھی عشق نے میرے
آئینہ کی صورت اسے بے رنگ بنایا

باز آئے گا ہرگز نہ فلک قتل سے میرے
خالق نے مجھے موذی کا چو رنگ بنایا

شیریں ہی کی تصویر ہوئی اس سے ہویدا
جو نقش کہ فرہاد نے برسنگ بنایا

فندق ہے تیرے پاؤں میں یا سرو کی جڑ میں
نقاش ازل نے گل اورنگ بنایا

ہر چند کہ سو طرح سے عیسیٰ نے دوا دی
پر زیست کا اپنی نہ کوئی ڈھنگ بنایا

بیماری کا ٹک اوج میری دیکھیو یارو
مردہ جو جلاتا تھا اسے دنگ بنایا (۱۴)

نسبت ہے ترقی کو کہاں میر سے یارو
حق نے اُسے بادانش و فرہنگ بنایا

ہم نے مزار اپنا ہے بے نشان بنایا
اس واسطے وہ آ کر پوچھے کہاں بنایا

خلقت سے کھا کے نفرت، پہنچے نہ وہم جس جا
اس جا پہ ہم نے جا کر اب آشیاں بنایا

وہ (جز) (۱۵) کہیں ہے جس کو، موجود ہی نہیں ہے
حق نے اسی سے یارو اس کا دہاں بنایا (۱۶)

طولِ فراق سے تو صاف آ گئی تھی پیری
امید وصل نے پھر مجھ کو جواں بنایا

احسان مند ہوں گا، سائے میں تاک کے گر
میرا مزار تو نے اے باغباں بنایا

چہرے کی دیکھ زردی ہنستے ہو ہر گھڑی کیا
یہ رنگ تم نے میرا جوں زعفراں بنایا

کانٹوں پہ جیسے گل ہوں میں لخت دل مژہ پر | احوال تم نے میرا یہ گلرخاں بنایا
سینے سے لاکھ دم آتی ہے آہ لب تک | غم نے یہ اس کے مجھ کو ہے ناتواں بنایا
کل کی جبیں سائی، لاکھوں نے تیرے در پر | ماتھا جو تو نے اپنا تھا زرفشاں بنایا

فریاد سے یہ حاصل ہم کو ہوا کہ اس نے
دل کو جرس ہمارے اے رہروان بنایا

(ق)

میں نے کہا تم نے دیوار میں بھی روزن | غیروں کے جھانکنے کو ہم سے نہاں بنایا
پہلے ڈھٹائی سے تو وہ چاہتا تھا مکرے | پھر دل میں کچھ جو آیا بولا کہ ہاں بنایا

آبادی چھوڑ تو نے ویرانے میں ترقی
کس واسطے بتا تو جا کر مکاں بنایا

============

طالب کوئی تو ہے تہہ (۱۷) دریا شراب کا | ہر دم جو کھینچ لیتا ہے (۱۸) پیالہ حباب کا

مطلع ثانی

دریا میں مست کون (۱۹) ہے ایسا شراب کا | ہر دم جو توڑ ڈالے ہے پیالہ (۲۰) حباب کا

مطلع ثالث

پردہ اٹھا جو چہرے سے اس کے نقاب کا | جلوہ دکھائی شب کو دیا آفتاب کا
تیرے تو وصل کی ہمیں امید بھی نہ تھی (۲۱) | بیداری ہے کہ یا کہ یہ عالم ہے خواب کا
کیا جھانک جھانک دیکھتا ہے محتسب مجھے | دل ہے بغل میں یہ نہیں شیشہ شراب کا
عارض کی اس کے دیکھو سوتے میں ٹک بہار | تکئے پہ جیسے پھول دھرا ہے گلاب کا
خالی نہ پی کلیجے کو تیرے لگے گی مے | دل میں ہمارے صاف مزا ہے کباب کا
تو بھول جائے ساری نصیحت کو ناصحا! | دیکھاؤں (۲۲) تجھ کو اس کا جو عالم شباب کا
بے پردہ کہہ دو بہر خدا منہ سے اتنی بات | کب تک رہے گا ہم سے یہ عالم حجاب کا
ارمان ہے یہی کہ مرے منہ میں وقت نزع | ٹپکائے اپنے ہاتھ سے قطرہ وہ آب کا
صدمے اٹھائے عشق کے ایسے جہاں میں جو | سب خوف دل سے اٹھ گیا روز حساب کا
قاصد پہ واں پہنچ کے خدا جانے کیا بنی | یاں منتظر میں بیٹھا ہوں خط کے جواب کا

دامن کو منہ پہ لے کے جو روتا ہوں میں مدام　　ہر ایک پاٹ اس کا ہے ٹکڑا سحاب کا
نالاں مثال رعد ہوں گریاں بطور ابر　　مانند برق دل کو ہے شغل اضطراب کا
دلچسپ کیا ہے مصرعِ موزونِ قد یار
قائل ترقی میں ہوں ترے انتخاب کا

============

رخ سے نقاب تیرے جو اے یار اڑ گیا　　چہرے سے نور صبح کے، یک بار اڑ گیا
چمکی جو برق بادہ کشی میں کل اس کے ساتھ　　بے اختیار دل سوئے گل زار اڑ گیا
چالاکی اس کے گھوڑے کی دیکھو ہرن کی طرح　　ٹک باگ کے اٹھاتے ہی دیوار اڑ گیا
بازار سے پھر آتا ہوں ہر روز دل کو لے　　کیا اب جہاں سے اس کا خریدار اڑ گیا
فرصت ملی نہ اتنی جو ہاتھ اس کے چومتا　　سر تن سے میرے لگتے ہی تر وار اڑ گیا
کل راہ اس روش سے چلا وہ چمن میں جو　　خجلت سے کبک جانب کہسار اڑ گیا
دشت جنوں کے کانٹوں سے یارو اُلجھ اُلجھ　　دامن کا میرے دیکھو ہر ایک تار اڑ گیا
آٹھوں پہر جو در پہ لگا رہنے اس کے میں　　کہنے لگا کہ کیا تیرا گھر بار اڑ گیا
احسان ہو گا تیرا صبا، اس گلی کی سمت
گر خاک ہو کے میرا تن زار اڑ گیا

(ق)

آیا تھا اپنا طائر دل دامِ زلف میں　　دیکھا پھنسے جو اوروں کو، پر مار اڑ گیا
پچھتائے کس لیے ہو تم اب پہلے ہی سے کیوں
غافل ہوئے جو مرغ گرفتار اڑ گیا

(ق)

قاصد نے آ کے مجھ سے ترقی اگر کہا　　تیرا جو اس کے دل میں تھا، وہ پیار اڑ گیا
اڑ جائے گی بدن سے میرے روح اس طرح
جیسے قفس سے طائر پر دار اڑ گیا

============

غیر کی جانب جو اُس نے گوشۂ ابرو کیا   دل نے جائے اشک جاری آنکھ سے لوہو کیا

مطلع ثانی

خشک چشمے بھر گئے جاری جو میں آنسو کیا   عشق نے ہر ایک میری چشم کو اک جو کیا
ایک تو پہلوتہی مدت سے تھا میں اس بغیر   دوسرے دل نے بھی اب خالی میرا پہلو کیا
عیسیٰ دوراں (بھی) (۲۳) میری دیکھ حالت رو دیا   بولا اس آزار نے مجھ کو بھی بے قابو کیا
رات دن اس در پہ رہنے سے ہوئی بارے یہ قدر   جان کر اپنا سگ کُو مجھ کو اس نے تو کیا
اب گھر آنے کی توقع ہم سے کوئی مت رکھو   سب سے ہم نے ہاتھ اٹھایا مسکن اُس کا کُو کیا
قتل مجھ کر چکا جب تب کہا خوش وقت ہو   اتنی مدت کا بکھیڑا آج سب یکسو کیا
جاں نکلی، پیشوائی کے لیے، کتنے قدم   تیر نے اُس کے مرے دل کی طرف جب رُو کیا
چونک کر سوتے سے ماری لات کس شوخی سے رات   جائے بالش زیر سر اُس کے جو میں بازو کیا
سر بزانو تو سدا دیکھا کیا، پر اے فلک   ایک دن تو نے مجھے اس سے نہ ہم زانو کیا
ہے ہلال عید سے افزوں خوشی، اس یار (۲۴) نے   پیار کے چتون سے ایدھر گوشۂ ابرو کیا
رشک سے سنبل نے کھائے دل میں کیا کیا پیچ و تاب   ناز سے جس دم چمن میں اس وا گیسو کیا

کچھ لکیریں کھینچتا ہے خاک پر بیٹھا ہوا (۲۵)
کیا ترقی پر کسی بے رحم نے جادو کیا

============

نہ کرتے سبز رنگوں میں فنا گر ہم مقام اپنا   تو ہوتا گلشن ہستی میں کب سرسبز نام اپنا
خیال زلف و رخ میں اس کے نت رونا ہے کام اپنا   کٹے ہے صبح سے احوال یونہیں تابہ شام اپنا
مثال لالہ دل پر داغ کھانا نت ہے کام اپنا   نکالا ہم نے گل رویوں میں اس صورت سے نام اپنا
کبھی دکھ ایسا دیتا ہے دل ناشاد کام اپنا   کلیجہ دونوں ہاتھوں سے میں بس لیتا ہوں تھام اپنا
ہوا جاتا ہے کام اس بن عزیزو اب تمام اپنا   کوئی ترکیب بتلاؤ کہ وہ وحشی ہو رام اپنا
دیا خط پیچھے اس کو پہلے لے بیٹھا میں نام اپنا   بگاڑا اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا جو کام اپنا
اسی کے ساتھ چھوٹا آہ مے پینا مدام اپنا   نہ ڈھکا ہم کو ساقی ہر گھڑی دکھلا کے جام اپنا
کوئی اول سے اس کو کاش یہ دیتا پیام اپنا   نہ آنے سے تیرے آخر ہوا جاتا ہے کام اپنا
نہ پوچھو ہر گھڑی بتلاؤں کیا میں تم کو نام اپنا   تمہیں کچھ نام رکھ دو اور بس سمجھو غلام اپنا
فنا کے بعد اتنا لوح پر لکھیو کلام اپنا   نہ بھولے فاتحہ سے جو کرے اس جا مقام اپنا

کیا جب کلبۂ تاریک میں اس بن مقام اپنا   ہوا روشن جہاں میں تب مثال شمع نام اپنا
سنے احوال کب ہرگز نہ لیوے جو سلام اپنا   کہوں میں کس کے آگے مرثیہ یارو تمام اپنا
ترقی شاعروں میں تو ہوا ہے خوب نام اپنا
دلے کیا فائدہ اس تک نہ پہنچے گر کلام اپنا

============

زندگی کاٹی بے چینی میں آہ یہ کیسا کام کیا   قبر میں پاؤں جا پھیلائے اب ہم نے آرام کیا
کپڑے تمہارے خون سے میرے بھر گئے تھے جو قتل کے دم   گردن پر تو خون ہے میرا تم نے عبث حمام کیا
پہلے گنہ کچھ ثابت کر کے کرتے پھر جو دل میں تھا   مار کے مجھ کو ناحق پیارے آپ کو کیوں بدنام کیا
عیسیٰ نے جب مجھ کو دیکھا سر کو اپنے خوب دُھنا   رو کر بولا کس ظالم نے اس کا کام تمام کیا
بیٹھے ہیں اس بت کے در پر چھوڑ کر دین و مذہب کو   کعبہ کو اب جھک کے یہیں سے لیجیے ہم نے سلام کیا
پھندے میں ہم اس کے پھنسے تھے یاد جو آیا دشت جنوں   وحشت سے پھر ایسا تڑپے ٹکڑے ٹکڑے دام کیا
ہم نے جو قاصد بھیجا تھا دیکھ اس کو ایسا محو ہوا   نامہ کا دینا بھی وہ بھولا سہو ہر ایک پیغام کیا
دیکھتے ہی اس رشک پری کو دل دے کر دیوانہ ہوا
پختہ طبیعت تھا تو ترقی کیا یہ خیالِ خام کیا

============

کل غش ہوئے منہ دیکھ جو اُس رشک پری کا   عالم ہے انہیں آج تلک بے خبری کا
رویا ہوں یہاں تک اُسے کر یاد سفر میں   خشکی کا جو رستہ تھا سو وہ اب ہے تری کا
جس سر پہ جمی خاک تیرے کوچے کی پیارے   کچھ اس کو نہیں فخر کلاہِ تتری کا
چھوڑا تو قفس سے ہمیں صیاد نے لیکن   باقی رہا اک عارضہ بے بال و پری کا
تیر اس کا جو سینے سے میرے ٹوٹ کے نکلا   کہنے لگا نقصان ہوا مفت سری کا
سر سے نہ ٹلی اپنے شب ہجر وگرنہ   تھا ہم کو بھروسہ بہت آہِ سحری کا
ان پلکوں پہ رونے میں ہر اک لخت دل اپنا   ٹکڑا نظر آتا ہے عقیقِ جگری کا
اے سنگ ستم سینہ سے پا کو نہ کہہ آگے   ہے شیشہ دل میں میرے گھر ایک پری کا
خط لایا دمِ مرگ جو اُس شوخ کا قاصد   کیا شکر بجا لاؤں تیری نامہ بری کا
پروانہ خبرداری سے دے شمع کی چوکی   چور آ نہ لگے دیکھ کے طرہ یہ زری کا
بیٹھا جو تھا غرفہ سے وہ مکھڑے کو نکالے   اس کی ہی طرف دھیان تھا ہر رہ گزری کا

آوارہ مجھے دیکھ کے کہنے لگا یا رب — انسان کو نپکا نہ پڑے در بدری کا

اغلب کہ موا نزع میں تھا کل سے ترقی
اس سمت کو کچھ شور سا ہے نوحہ گری کا

============

اس کی رقیب کھا کے جو تر وار مر گیا — غیرت سے میں بھی اپنے تئیں مار مرگیا
میرا ہی دل تھا تیرے ستم جو اُٹھائے اور — ہر گز کیا کسی نے نہ اظہار، مر گیا
اس شخص پر ہے رحم کی جا جو دم اخیر — معشوق کے بہ حسرت دیدار مر گیا
گھر میں جو اپنے اس نے نہ آنے دیا مجھے — سر کو پٹک کے میں پس دیوار مر گیا
سولی چڑھے پہ بات رکھے عشق ہے اسے — منصور جس طرح بہ سر دار مر گیا
ایسے اٹھائے ہجر کے [صدمے] (۲۶) ندان جو — ہو کر میں اپنی جان سے بے زار مرگیا
چاک قفس سے دیکھ بہ حسرت چمن کی طرف — کیسا تڑپھ کے مرغ گرفتار مر گیا
کس کس [کو] (۲۷) یاد کرکے میں روؤں ہزار حیف — اک دل پہ داغ دھر گیا جو یار مر گیا
اس سے کہا کسی نے لے لے کے تیرا نام — تجھ کو خبر ہے کچھ تیرا بیمار مر گیا
آنسو ٹپک پڑے کہا میں نے بھی ہے سنا — اس طرح کا جسے ہوا آزار مر گیا

جس جا پہ جاؤ ہے گا یہی ذکر آج کل
صد حیف کیا ترقی طرح دار مر گیا

============

شبہ ہے کہ اُس ابروئے خم دار کو دیکھا — یا ہم نے برہنہ کسی تلوار کو دیکھا

مطلع ثانی

ان زلفوں میں قید ایک گرفتار کو دیکھا — کی غور تو اپنے ہی دلِ زار کو دیکھا
کیا کفر کو اسلام سے رشتہ ہے جو زاہد — تسبیح میں جب دیکھا تو زنار کو دیکھا
بے یار سوا داغ کے حاصل نہ ہوا کچھ — بس روک نہ بلبل، گل و گلزار کو دیکھا
سر اپنا جھکا دیتے ہین ہر ایک کو بن آیا — جب تیغ بکف اُس بت خون خوار کو دیکھا
جس طرح سدا رہتی ہیں وہ آنکھیں نشیلی — نے مست نہ یوں مردم ہشیار کو دیکھا
کرنے لگے چشمک زنی آپس میں اطبا — منہ پر جو مرے موت کے آثار کو دیکھا
پہنچے ہے جہاں طائر بے بال و پر اپنا — اس جا پہ نہ ہم نے کسی پر وار کو دیکھا

سچ جانتے ہیں پھر بھی اُسے، سادہ دلی سے   سو بار تیرے جھوٹے جس اقرار کو دیکھا
دیوانہ ہوا آہ جو میں موسم گل میں   قدموں سے لگے اپنے ہر ایک خار کو دیکھا
تب ہول سے چڑھ آئے بس اس کے تئیں پیارے   عیسیٰ نے تیرے جس گھڑی بیمار کو دیکھا
بولا نہ بچے گا یہ کسی طرح سے میں تو   اعجاز بھی بھولا جو اِس آزار کو دیکھا
بندش سے معافی کی عجب لطف اٹھایا
کل ہم نے ترقی کے جو اشعار کو دیکھا

============

تیرے کوچے میں پاتے خلق کو آرام کم دیکھا   نکلتے ہاتھ سے تیرے کسی کا کام کم دیکھا
ہزاروں طائر دل اس میں آ کر روز پھنستے ہیں   تری زلف پریشاں سا بھی کوئی دام کم دیکھا
تیری آنکھوں کی گردش جس نے دیکھی ہے وہ گردش میں   شراب پرتگالی کا بھی ایسا جام کم دیکھا
عجب شہرہ ہے خلقت میں ہماری عشق بازی کا   کسی کا جلد یوں مشہور ہوتے نام کم دیکھا
تحمل کو نہ کہہ ناصح، ہمیں بے تاب رہنے دے   بنائے صبر کا ہم نے تو استحکام کم دیکھا
دہن سا تیرے پستہ ہو تو ہوائے غنچہ لب لیکن   مشابہ تیری آنکھوں کے کوئی بادام کم دیکھا
لڑکپن سے جوانی میں زیادہ تجھ پہ عالم ہے   کسی کا ہم نے یہ آغاز اور انجام کم دیکھا
ہوا ہے سرخ چہرہ کیا ہی گل ناری کی گرمی سے   بدن نازک بہت دیکھے پہ یہ اندام کم دیکھا
ترقی نے عجب افسوں پڑھ کر اس پہ پھونکا ہے
قسم ہے ہم نے ایسا وحشی ہوتے رام کم دیکھا

============

ایسا ہے صبوری پر اس دل نے قدم مارا   برسوں ہوئے دکھ سہتے اک روز نہ دم مارا
تمثال مقابل کر اس کی مہ کنعاں سے   تصویر پہ یوسف کی مانی نے قلم مارا
ایک روز شکار آیا کچھ ہاتھ نہ جو اس کے   خالی نہ پھرا ہرگز جا صید حرم مارا
محشر میں یہی شکوہ بس ایک کروں گا میں   کیوں غیر کو اور مجھ کو تھا تو نے بہم مارا
ترسا یہ مرا دل جب کافر تری صورت کو   سر سنگ سے تب میں نے کہہ، ہائے صنم مارا
کیا کہئے دغابازی اس کافر بے دین کی   مجھ سچے مسلمان کو کھا جھوٹی قسم مارا
ہر بزم طرب مجھ کو ماتم کدہ ہے اُس بن   شادی میں کسی کی اب کیا بیٹھوں میں غم مارا
یوں آئی صدا جیسے ٹوٹے ہے کوئی شیشہ   اس دل پہ مرے کس نے یہ سنگ ستم مارا

کیا ظلم کیا تو نے بے رحم ترقی پر
معشوق نے عاشق کو اس طور سے کم مارا

============

مطلع ثانی

پھاہا جو مرے سینے کے ناسور سے اٹھا — شعلہ سا وہیں مرہم کافور سے اٹھا
برقع جو ترے چہرۂ پُر نور سے اٹھا — اک آہ کا نعرہ جگر چور (۲۸) سے اٹھا
مت جان کہ افسردہ دلی نے ہی بٹھایا — تپ (۲۹) سے نہیں جاتا ترے رنجور سے اٹھا
اک دم کا ہوں مہماں ذرا اور بھی بیٹھو — درد اب کے میرے دل میں بڑے زور سے اٹھا
ہر کوچے میں جو سینکڑوں اب پھرتے ہیں بدمست — ہر فتنہ تیرے دیدۂ مخمور سے اٹھا
ہر ایک کو یقین ہو گیا ہے شور قیامت — تابوت تیرے کشتہ کا اس شور سے اٹھا
غرفے سے نکالا نہ ہو اُس چاند نے مکھڑا — جو پردۂ ظلمت شب دیجور سے اٹھا
تا صبح میں بیٹھا تھا کلیجے پہ دھرے ہاتھ — شب وہ جو خفا ہو میرے مذکور سے اٹھا
پیدا ہوئی آواز اماں ساتوں فلک سے — شعلہ یہ دھواں دھار میری گور سے اٹھا
ہر گام پہ بے تابی بٹھا دیتی تھی مجھ کو — ہو کر جو خفا اُس بت مغرور سے اٹھا

تھا مرنے کے نزدیک ترقی نہ موا ہو
غل رونے کا بے طرح یہ کچھ دور سے اٹھا

============

طول شب فراق سے ایسا قلق ہوا — پھٹنے نہ پائی پو کہ میرا سینہ شق ہوا
تیغ نگاہ مست سے تیرے شہید کا — رنگ پریدہ جا کے فلک پر شفق ہوا
مت ابر سمجھو اس کو مری دُودِ آہ سے — پیدا فلک کا اور نیا اک طبق ہوا
کس طرف جاؤں اپنا گریبان پھاڑ کر — جو اس کے گوش زد ہوا ناحق بھی حق ہوا
قاتل سے میرے پوچھا نہ اتنا کسی نے آہ — کیا جرم تھا جو قتل کا یہ مستحق ہوا
آئینہ رکھتے کس لئے ہو میرے منہ (۳۰) کے پاس — کیا فائدہ عزیزو جو دم اک رمق ہوا
رو رو کے لکھتا جاتا تھا نامہ جو اس کو میں — کاغذ کا سارا خون سے افشاں ورق ہوا
گذرا خیال بوسے کا یہ کس کے دل میں اب — رخسار پر جو خود بخود اس کے عرق ہوا
آیا تھا دعویٰ کر کے فلک سے علاج کو — دیکھا مجھے تو رنگ مسیحا کا فق ہوا

پایا نہ (۳۱) بندوبست ہمارے کلام نے سب سرزمین نظم پر اپنا نسق ہوا
آگے ترقی دیکھئے ہووے کہاں تلک (۳۲)
پہلی غزل میں میر سے میں ہم سبق ہوا (۳۳)

==========

حشر کے دن بھی ہم سے کیا ہو گا واں بھی اس کی طرف خدا ہو گا
مطلع ثانی
جو جدا یار سے موا ہو گا حالِ دل اُس کا کیا ہوا ہو گا
بعد مدت خط اس کا آیا ہے دل دھڑکتا ہے کیا لکھا ہو گا
ہم فقیروں سے مت برائی کر حق کرے گا ترا بھلا ہو گا
کھینچ مت اے صبا عبث (۳۴) تکلیف عقدۂ دل کبھی نہ وا ہو گا
بے گنہ وہ جو مدعی جانا حاصل اپنا نہ مدعا ہو گا
ہے جو طفلی میں آفت دوراں وہ جوانی میں کیا بلا ہو گا
جب ہمیں سے رہا وہ بیگانہ پھر بھلا کس کا آشنا ہو گا
چکھ تو دیکھو کباب دل میرا اس میں کچھ اور ہی مزا ہو گا
آہ کیا جانئے کسی سے وہ شوخ کبھی ہم کو بھی پوچھتا ہو گا
دل میں جو میرے تیری الفت ہے جی میں تو اپنے جانتا ہو گا
گذرے گی چھاتی کوٹتے ہی اسے جس کے پہلو سے تو جدا ہو گا
سرخ ہے دشت میں جو ہر سرخار کوئی گزرا برہنہ پا ہو گا
نہ ہوا جب میرا وہ ہرجائی
کہوں کیونکر کہ غیر کا ہو گا

(ق)

وصل میں کس طرح خوشی کیجئے تیرے بھی گوش زد ہوا ہو گا
ہے مکافات عیش رنج و الم دل کو صدمہ کوئی پڑا (۳۵) ہو گا
ایضاً
تو کہے ہے عبث کہ میری وہ نزع میں راہ دیکھتا ہو گا

شور سا ہے اسی کے گھر کی طرف تیرا بیمار مر گیا ہو گا
سن کے نالے میرے لگا کہنے
یہ ترقی ہی دل جلا ہو گا

============

جس سے دل کڑھ گیا آشفتہ صدا آئی کیا دیکھو جاتا ہے ادھر سے کوئی شیدائی کیا
مطلع ثانی
قتل ناحق سے ہوئی ہے میری رسوائی کیا سنتے ہو، کہتے ہیں آپس میں تماشائی کیا
در و دیوار پہ منقوش ہے خیالِ تصویر ہم نے ایجاد کیا گوشہ تنہائی کیا
میری اور قیس کی تصویر ملا کر بولا آئی مجنوں ہی کے حصے میں توانائی کیا؟
بد دُعا عشق کو دوں یا کہ میں دل کو کوسوں وائے ان دونوں نے حالت مری پہنچائی کیا
باتیں جیسے مجھے اس ڈھب کی بُری لگتی ہیں ناصحو! کرتے ہو ہر دم سخن آرائی کیا
ہر جگہ، ہر کہیں، ہر جاہ وہی آتا ہے نظر ہم کو پیدا ہوئی ہے اِن دنوں بینائی کیا
دل جو نادانی سے بیٹھے تو کہتا ہے ہمیں اب کہو کیوں جی ہوئی آپ کی دانائی کیا
ہر گھڑی تو جو کہے ہے کہ بہت ہو گا ذلیل
اس سے افزود بتا ہووے گی رسوائی کیا

(ق)

ہے یہ حیرت کی جگہ بعد کئی برسوں کے جی میں اُس کے یہ خدا جانئے کل آئی کیا
پابہ زنجیر جو دیکھا مجھے تو کڑھ کے کہا شہر میں لوگو یہ ہی ایک ہے سودائی کیا
کھنچ گیا میرا حقیقت کی طرف عشق مجاز اس تنزل نے ترقی مجھے دکھلائی کیا
خراماں باغ میں جس وقت وہ نازک بدن ہو گا صفائی دیکھ تن کی، چاک گل کا پیرہن ہو گا
فنا کے بعد بھڑکے گی یہ اپنے عشق کی آتش بدن ہو جائے گا خاک اور خاکستر کفن ہو گا
نہ دو تکلیف ہم کو شہر کی جب تک کہ طاقت ہے پڑے پھرتے ہیں جس جا بیٹھ جاویں گے وطن ہو گا
ہزار افسوس ہے اک دن وہ ہو گا ہم نہ ہوویں گے یہی بلبل کے چہکارے یہی پھولا چمن ہو گا
اگر آنا ہے تو آؤ، لگائی دیر تو ہم میں نہ گویائی کی طاقت اور نہ یارائے سخن ہو گا
رکھے ہے جس کے لب کے آگے قطرہ حکم دریا کا ذرا دل میں تو سوچو کیا وہ ننھا سا دہن ہو گا

جہاں ہے اختیار اپنا وہاں یہ دُکھ اُٹھاتے ہیں
نہیں معلوم زیرِ خاک کیا رنج و محن ہو گا

ہمیشہ جانِ شیریں کھودتا ہو غم کے تیشہ سے
میرا قائل نہ کیونکر بے ستوں میں کو ہکن ہو گا

بکہہ آمد عشق کی پھر اِن دنوں معلوم ہوتی ہے
مبارک ہو دلا تیرا نیا زخم کہن ہو گا

کھلی جب اس کی لٹ عالم معطر ہو گیا سارا
کب اس جوڑے سے ہم سرنافہ مشک ختن ہو گا

دوئی کیوں دیر و کعبہ میں ہے مالک ان کا واحد ہے
نہ عارف شیخ کو پایا نہ کامل برہمن ہو گا

بھلا مارو گے کیونکر لاش (۳۶) معشوقوں کی محفل میں
یہ عاشق ہی نہ پیارے جب شریک انجمن ہو گا

مہین اِک شنگرفی کفنی پہن بالوں کو بکھرا کے
اسی سج سے ترقی تیرے در پر نعرہ زن ہو گا

==============

زندگی ہے تلخ سہتے سہتے ظلم افلاک کا
مرگ سے آ کے کرو پیوند مجھ کو خاک کا

گر بہا دے اشک کا طوفاں مجھے اُس در تلک
حشر تک مانوں گا احساں دیدہ نمناک کا

جب گریباں چاک کرتے کرتے ہاتھ اپنے تھکے
سر بدامن ہو گیا مارے حیا کے چاک کا

کفنی پہنے رینگ کی رنگوا کے ہم نے شنگرفی
شوق درویشی میں بھی چھوڑا نہیں پوشاک کا

پاؤں میں اُڑتا پھرے ہے جس طرح سے برگ گل
رنگ یہ ہے اس سوارِ تو سن چالاک کا

زاہدا! مجھ کو جہنم سے ڈراتا ہے عبث
وہ بھی اِک شعلہ ہے میری آہ آتش ناک کا

رشک سے صید حرم کھا کر پچھاڑیں مر گیا
مرتبہ دیکھو تو اس کے بستہ فتراک کا

تاک جنت پر لگائے متقی بیٹھے رہیں
مے کشوں کو سایہ طوبٰی ہے سایہ تاک کا

مانگتی ہے تیغ سے جس کی خدائی الحذر
سامنا دل نے کیا ہے اس بت سفاک کا

داغ دل سے کیوں بھڑک اُٹھے نہ اپنا جسم زار
روبرو شعلہ کے کیا رتبہ خس و خاشاک کا

تازہ مضمون تجھ سے چھٹ جائے کوئی ممکن نہیں
اے ترقی میں تو قائل ہوں ترے ادراک کا

==============

گزرا خیال، یار کو شاید شکار کا
ہے طور بسملانہ دل بے قرار کا

احوال کیا کہوں میں دل داغدار کا
ہر داغ اس کا اب ہے چراغ اِک مزار کا

رتبہ یہ پہنچا عشق میں اپنے مزار کا
مجنوں کو اشتیاق ہے جس کے جوار کا

ثابت ہوا یہ پائے نگارین یار سے
کوچہ ہر ایک زخم ہے دل کے دیار کا

باد صبا نے آن کے برباد کر دیا
میں خاک ہو گیا جو ترے مزار کا

مر جائے گی تڑپ کے قفس میں صبا کہیں
بلبل کے آگے نام نہ لیجو بہار کا

سرگشتہ اب پھرے ہے بگولا جو دشت میں
ہم سر بنا تھا کیا وہ ہمارے غبار کا

خوبوں کی صورتوں ہی کا حیران کچھ نہیں
ہوں محو میں تو صنعت صورت نگار کا

یا رب کسی کو تو نہ دکھانا کسی کی راہ
کم روز حشر سے نہیں دن انتظار کا

بہتر نہ تھی جہاں میں بادہ سے کوئی شے
ہوتا نہ رنج اس میں جو ساقی خمار کا

جوں عندلیب کس لئے نالاں رہوں سدا
وہ گل تو آشنا ہے مجھی سے ہزار کا

مجبور ہو گلے سے وہ آخر لپٹ گیا
قائل ہوں اپنے گریہ بے اختیار کا

پڑھ حسب حال اور ترقی غزل کوئی
گر نوحہ ساز تو ہے دل سوگوار کا

============

دشت جنوں میں کرم طلب ہوں جو یار کا
ہر روز سر سے نکلے ہے سر ایک خار کا

دیکھو تو مرتبہ دل وحشت شعار کا
مجنوں بنا فقیر ہمارے مزار کا

پھاڑیں نہ کیونکہ پیرہن اپنا برنگ گل
دیوانہ کر گیا ہمیں موسم بہار کا

مصروف گر یہ کیوں نہ شب و روز میں رہوں
اچھا ہے دفع ہوتا ہے دل کے بخار کا

گن گن کے اب تو کرتے ہیں عصیان دیکھئے
ہوتا ہے کیا معاملہ روزِ شمار کا

کل کے عوض بھی آج ہی پی لیجئے شراب
کیا اعتبار زندگی مستعار کا

رسوا کرے گا اے دل بے تاب ایک دن
جانا گلی میں اُس کی تجھے بار بار کا

توڑوں ہوں ہاتھ پاؤں میں کب سے بغیر مے
ساقی کرے ہے کیوں مجھے کشتہ خمار کا

کھولی جو اس نے زلف معنبر تو بولے سب
نافہ کھلا مگر کہیں مشک تتار کا

دشت جنوں کے ہاتھ سے اب کے بہار میں
باقی رہا نہ نام گریباں میں تار کا

کیونکر لہو نہ رویں کہ احوال پر میرے
دل خون ہو گیا ہے ہر اِک غم گسار کا

خالی نہیں جہاں میں کوئی سوزِ عشق سے
پتھر سے دیکھ لیجئے نکلنا شرار کا

سچ تو یہ ہے کہ آگے ترقی کے شعر کے
کچھ مرتبہ نہیں گہر آبدار کا

============

کس سے جا شکوہ کروں اس شوخ کی بیداد کا
داد رس مانگے جریمانہ جہاں فریاد کا

گل کے نظارے کا کیونکر حوصلہ باقی رہے
دیکھنا برسوں ہمیں ملتا نہیں صیاد کا

تیغ کے لگتے ہی سر قدموں پہ اس کے گر پڑا
جی میں آیا تھا کہ چوموں ہاتھ میں جلاد کا

باندھ دی آنکھوں پہ پٹی تانہ دیکھوں اس کی شکل
قتل کے دل ظلم تو دیکھ ستم ایجاد کا

ایک دم، ایک آن، اک لحہ نہیں وہ بھولتا
نقش ہے تعویزِ دل پر میرے اس کی یاد کا

کر شفق کی سیر شیریں بے ستوں میں وقت شام
شیر کی جو میں لہو بہتا ہے اب فریاد کا

کھینچ اس چہرے کو ایسا محو صورت ہو گیا
چل سکا آگے نہ پھر ہرگز قلم بہزاد کا

تیشہ فریاد سے آئی ہے شیریں کی صدا (٣٧)
عشق نے کیا دل ملائم کر دیا فولاد کا

باغ میں دیکھا ہے جب سے سروبالا کو میرے
گر گیا ہے آنکھ سے قمری کے قد شمشاد کا

عاشقوں کا خون بہا دینا پڑے گا اس لئے
کانپتا ہے ہاتھ اس کے فصد میں فصاد کا

آہ سوزاں سے مرے چھپتی پھرے کیونکر نہ برق
سامنا شاگرد کر سکتا ہے کب استاد کا

ایک دن آباد اس دل کو نہ دیکھا ہم نے آہ
گھر ہے یہ کیا جانئے کس خانماں برباد کا

داغ بخشے، درد بخشا، بے کسی دی غم دیا
کس زبان سے شکر کیجئے عشق کی امداد کا

نام سے شادی کے غم ہوتا ہے اس دل کو میرے
حال ان روزوں (٣٨) نہ پوچھو کچھ دل ناشاد کا

خط پیشانی ہے ہر بندے کو خط بندگی
حق پرستو ہے خط باطل الف آزاد کا

خلق کا تو ذکر کیا حق بھی نہیں دیتا ہے داد
مرتبہ ٹک دیکھو اس شوخ کی بیداد کا

اے ترقی تو سخن میں آتش افروزی نہ کر
ہر کوئی کہتا ہے اچھا لطف کیا ایراد کا

============

ذبح تو کرتا رہا میں مُنہ تیرا دیکھا کیا
تو نے مجھ سے کیا کیا اور میں نے تجھ سے کیا کیا

کوئی ہم کو جانتا عاشق تھا کب اُس شوخ کا
دل کی بے تابی نے عالم میں مجھے رسوا کیا

شام ہی سے تو گیا دے کر جو بالا مجھ کو میں
رات بھر بستر پہ مچھلی کی طرح تڑپا کیا

درد و داغ و حسرت و غم [یہ] میں کیا میرے لئے
حق میں میرے آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا

نقد دل دے کر خریدی جنس اندوہ و الم
عشق میں کیا ہم نے اندھوں کی طرح سودا کیا

دیر و کعبہ میں تھی ناحق اس صنم کی جستجو
ہم نے اپنا چور اپنے دل ہی میں پیدا کیا

کیا کریں باد صبا گلشن میں گر آئے بہار
بے پرواہی نے اپنی ہم کو (٣٩) بے پروا کیا

پوچھتے کیا ہو کیونکر رات کاٹی مجھ بغیر
شام سے دل بندھ گیا صبح تک رویا کیا

حبیب مجنوں تک ابھی پہنچا نہ تھا دست جنوں
ان دنوں تھا ہم نے بستر دامن صحرا کیا

اپنے کوچے سے جنازا میرا جاتے دیکھ کر
کس کا یہ تابوت ہے ہر ایک سے پوچھا کیا

ہو گئے پامال گل اور گر گئے خجلت سے سرو
باغ میں رفتار نے اس کی غضب برپا کیا

حشر میں دعویٰ کروں گا اس سے اپنے خون کا
جس نے میرے بعد تجھ سے خون کا دعوا کیا

اے ترقی گو بصورت یار نے پردا کا — کچھ نہیں پردا حقیقت میں ہم اور وہ ایک ہیں

============

ہمارے قتل کا اس کو یہی بہانہ ہوا — کہ تیرے عشق سے عاشق مرا زمانہ ہوا

مطلع ثانی

صفائے تن میں وہ نازک بدن یگانہ ہوا — پڑا جو سایہ کا کل کبود شانہ ہوا
دیا نہ ضعف نہ اٹھنے بریگ نقش قدم — رہا فتادہ میں اور کاروان روانہ ہوا
نزاکت اس کی تو دیکھو کہ میں دوش پر اس کے — رکھا جو دست تصور تو درد شانہ ہوا
پڑا پھرے ہے جہاں نت کمین میں صیاد — ہزار حیف وہیں اپنا آشیانہ ہوا
امید، گور میں عاشق کو روشنی کی نہ تھی — جگر کا داغ و لیکن چراغ خانہ ہوا
سنائی کس نے خبر اس کو موسم گل کی — قفس میں تلخ ج بلبل کو آب و دانہ ہوا
رہے ہے جب سے اسے شغل ناوک اندازی — نظر کے سامنے جو آ گیا نشانہ ہوا
کھجوری چوٹی جو پہنچے کفل تلک اس کے (۴۰) — تو رخش حسن کو ایک اور تازیانہ ہوا
ترے بھی کان میں پہنچا کہ میں جو رویا رات (۴۱) — ہر ایک اشک کا قطرہ دریگاہ ہوا
نہ اب ہے رونے کی طاقت نہ غم کے کھانے کی — مریض کا ترے اب بند آب و دانہ ہوا
کرے ہے جان کے آہنگ عشق، فرمائش — ہمارا نالہ و افغاں، اسے ترانہ نہ ہوا
چلا نہ مار کے ٹھوکر بھی ایک دن وہ تجھے — دلا تو اس کا عبث سنگ آستانہ ہوا
گزرتی کیا ہی کوئی دن تو چین سے افسوس — ہمارے پاس نہ قارون کا خزانہ ہوا
اجل کے تیرے کچھ کم نہیں [نگہ] (۴۲) اس کی — کہ جس کو دور سے تاکا وہی نشانہ ہوا
خلاف وضع خوش آمد ہے کیوں مقرر آج — حضور غیر کے تو میرے غائبانہ ہوا
گزشتگاں کی ہیں سنتے، حکائتیں کیا کیا — جو کچھ کسی نے کہا آج کل فسانہ ہوا
ہوئی اِک اور بھی دل کو گرفتگی حاصل — بغیر اس کے چمن مجھ کو قید خانہ ہوا (۴۳)
یہ تجھ میں عطر کی لپٹیں نہ تھیں صبا شاید — کسو کے گیسوئے عنبر فشاں میں شانہ ہوا
ترقی کیوں نہ لگے دل کو اہل درد کے چوٹ — تری غزل کا ہر اک شعر عاشقانہ ہوا

============

میں جن دنوں میں نجد کا صحرا نورد تھا — وحشت کے سامنے مری مجنوں بھی گرد تھا
کیا اُس کے زخم تیر کی لذت بیاں کروں — کچھ میٹھا میٹھا یارو عجب دل میں درد تھا

مُنہ سے شرارہ میرے نکلتا تھا آگ کا
جس وقت دل سے کھینچتا میں آہ سرد تھا

جراح سینے جب لگا سینے کا میرے زخم
تھے اس کے ہاتھ کانپتے اور رنگ زرد تھا

چہرے کے خال و خد کے نہ اس کے پہنچ سکا
یوسف بھی گرچہ دفتر خوبان میں فرد تھا

کیا کم تھا کوچہ لیلیٰ کا پھرنے کے واسطے
مجنوں جو دشت دشت پھرا ہرزہ گرد تھا

کس جان کنی سے کھود کے لایا تھا جوئے شیر
تیشہ زنوں کے فرقے میں فریاد فرد تھا

کل کھایا اس کے ہاتھ سے میں نے جو ہات پر
آتی تھی اس میں دوست کی بو رشک درد

چٹکی جو میری ران میں لی اس نے زور سے
خوش رنگ ایک بوٹا سا جوں لاجورد تھا

کرنے کو چاک کم نہ تھے دست جنوں سے اشک
جب تک لباس تن تیرے کوچے کی گرد تھا

ابرو کے ایک اشارہ میں کام اُس کا ہو گیا
ناحق تمھیں ترقی سے عزم نبرد تھا

============

جوانی کیا ہوئی بچپن کا کب موسم رہا اپنا
نہ یہ عالم رہے گا اور نہ وہ عالم رہا اپنا

بوقت ذبح بھی ازبسکہ شوق وصل تھا مجھ کو
دم شمشیر پر قاتل کے لوہو جم رہا اپنا

شب فرقت میں کیا پوچھے ہے کس کس سے رہی صحبت
الم مونس رہا اور غم تیرا ہم دم رہا اپنا

کبھو تیر مژہ کھایا کبھو تیغ نگاہ کھائی
نہ زخم دل وے شرمندہ مرہم رہا اپنا

ہوا مرنے سے اپنے گرچہ وہ دل میں خوشی لیکن
دکھانے کو بظاہر اس کو چندے غم رہا اپنا

ہمارے بعد مردن بھی نہ کوئی رونے والا تھا
عزاداروں سے خالی خانہ ماتم رہا اپنا

نہ تھی کوئی گھڑی فرقت کی جس میں تم کو بھولے ہوں
تمہارا غم غرض ہر حال میں محرم رہا تھا

نہ گزرا ایک دم بھی ہم کو تیری یاد سے خالی
بھرا تیرا ہی دم جب تک کہ دم میں دم رہا اپنا

خدا جانے کہ کیا طوفان ہووے گا اگر چندے
یونہی مصروف گریہ دیدہ پرنم رہا اپنا

کیا اس نے مگر عزم سفر موقوف اے ہم دم
کہ دم سینے سے آج آنکھوں میں آکر تھم رہا اپنا

بوقت نزع کہہ دے کوئی اسے چل عیادت کو
کہ اب تو زیست کا عرصہ بہت ہے کم رہا اپنا

بہت اُلجھا کیے ہم دل ہی دل میں رات کو اپنے
وبال جاں خیال زلف خم در خم رہا اپنا

کیا برعکس اس کا ہم نے جو دل کی ہوئی خواہش
ترقی کام اسی میں درہم و برہم رہا ہے

============

کوہ کن جھوٹ تیرے عشق کا افسانہ تھا
منت تیشہ جو لی سنتے ہی مر جانا تھا

نہ کیا نام فراموش کبھی لیلیٰ کا
کس طرح قیس کو پھر کہتے کہ دیوانا تھا

مت ڈرو دیکھ کر تم کلبۂ احزاں کو میرے — یہ وہی گھر ہے کہ اک وقت پری خانہ تھا
بے سبب دل میرا صد چاک نہیں اے یارو — زلف خوباں کا کس وقت میں یہ شانا تھا
دل سمجھتا نہیں سمجھائیے کس کو ناصح — ہم تو سمجھا چکے جو کچھ ہمیں سمجھانا تھا
کوئی کیونکر کرے قاتل سے میرے خون خواہی — غیر دشمن تھے اور اپنوں سے میں بیگانا تھا
ہے خدا جانے کدھر وادی مجنوں ورنہ — وحشتوں کے لئے دل چسپ وہ ویرانا تھا
قتل اوروں کو کیا ہم کو سسکتا چھوڑا — اے جفا کار ہمیں تجھے شرمانا تھا
دیکھنے پھر تو نہیں آنے کے دنیا میں تمہیں — وقت مرنے کے تو صورت ہمیں دکھلانا تھا
اُٹھ گیا بزم سے یہ کون کہ اِک ساعت میں — نہ تو شیشہ تھا، نہ ساقی تھا، نہ پیمانا تھا

(ق)

بھید کھلتا نہیں ہم پر تو کچھ اے حضرت دل — آپ فرمائیے کچھ آپ کو فرمانا تھا
رات بھر تو رہے سرگرم محبت دونوں — صبح ہوتے ہی نہ پھر شمع نہ پروانا تھا
دام میں آ گیا تو کیونکہ ترقی اس کے — کیا ہوئی عقل تیری تو تو بڑا دانا تھا

============

فلق نے تجھ کو دیا میرا جو مردا دکھلا — مار ٹھوکر انہیں اعجاز مسیحا دکھلا

مطلع ثانی

اور سب طور کے ظالم مجھے ایذا دکھلا — اے فلک اس کی جدائی کا نہ صدما دکھلا
کوچۂ لیلیٰ میں کب تک میں گریباں پھاڑوں — دل مجنوں مجھے اب دامن صحرا دکھلا
کیا کہوں اُس گھڑی جو ہوتا ہے نقشہ دل کا — جب چھپا لیتے ہو تم پردے میں چہرا دکھلا
سیر دریا کو عبث جاتا ہے تو غیر کے ساتھ — روکے میں تجھ کو یہیں دیتا ہوں دریاں دکھلا
سربسر رہ گیا حیران مثالِ تصویر — چھپ گیا وہ مصور کو سراپا دکھلا
گل کو دعوا ہے بڑا باغ میں رعنائی کا — چل کے ٹک اس کو تو اپنا رُخ زیبا دکھلا
مُنہ دکھاؤ نہیں آنکھوں سے نکلتا دم کا — کوئی دے گا تمہیں دیدار کا ترسا دکھلا
کام دانائی سی تو عشق میں نکلا نہ دلا — ہو کے دیوانہ تو اب جوشش دریا دکھلا
میں تو شیدا رہا اے جذب محبت اُس کا — اب کسی پر مجھے اُس شوخ کو شیدا دکھلا
بال پن ہی میں مہ نو کو کیا حلقہ بگوش — کان کا اُس بت بے مہر نے بالا دکھلا

چمکے پھرتی ہے بہت برق فلک پر تو ہی — آہ جاں سوز (۴۴) اسے اپنا جھمکڑا دکھلا
غزل اک اور بھی کہنا ترقی لازم — زور ٹک اپنی ہمیں طبع رسا کا دکھلا

============

ذبح ہو تیغ تغافل سے تڑپنا دکھلا — رقص بسمل کا ولا اس کو تماشا دکھلا

مطلع ثانی

سب (۴۵) دیا آہ نے تو اپنا تماشا دکھلا — تو بھی اے نالہ کسی دن اثر اپنا دکھلا
تجد کا دشت تو مجنوں کے تصرف میں ہے سب — اے جنوں مجھ کو تو اب اور ہی صحرا دکھلا
خون توبہ کا میرے ہو گا تیری گردن پر — دیکھ ساقی نہ مجھے ساغر صہبا دکھلا
پردا رہتا نہیں اب دل میں بھی اک دن اس کو — چاک کر سینے کو، دوں زخم جگر کا دکھلا
وصل کے روز ہلاکت کا نہیں غم لیکن — ہجر کی ہم کو نہ یارب شب یلدا دکھلا
نہیں پیغام زبانی سے تسلی قاصد — ہات کا اس کے جو لایا ہے نوشتا دکھلا
طائر دل کی اسیری کی اگر خواہش ہے — دام زلفوں کا دکھا خال کا دانا دکھلا
پانوں پڑتا ہوں تیرے دور سے ٹک اے ساقی — لب ساغر پہ جھکی گردن مینا دکھلا
معجزہ تجھ سے کرے جو کوئی موسیٰ کا طلب — ساعد اپنا اُسے رشک ید بیضا دکھلا
دل پر داغ اسے میں نے دکھایا تو کہا — بھول ایسے ہی مجھے باغ سے لالا دکھلا
تو جو کہتا ہے میرے چاہنے والے ہیں بہت — ایک تو مجھ سا کوئی چاہنے والا دکھلا
یہ ستم دیدہ و دانستہ نہ ہم دیکھیں گے — آنکھ غیروں سے لڑا مت ہمیں دکھلا دکھلا
ہے شب و روز ترقی کو تصور تیرا — شکل تو اپنی اسے اب نہ دکھایا دکھلا

============

یہ کافر رفتہ رفتہ فتنہ دوران ہووے گا — بلائے جان ہو گا دشمن ایمان ہووے گا
خدا کے واسطے مکھڑا تو دیکھو اس پری وش کا — کوئی ایسا بھی دنیا میں بھلا انسان ہووے گا
صفائے عارض جاناں سے بے جا اسے کو دعویٰ ہے — مقابل ہو کے آئینہ بہت حیران ہووے گا
بہار آتی ہے اب اے شہر والوں تم سے رخصت ہے — اکیلے ہوں گے ہم اور جنگل ویران ہووے گا
مسافر تو ہیں سب اس منزل فانی میں اے یارو — ولے ہم سا نہ کوئی بے سر وسامان ہووے گا
اجل اتنا ٹھہر، تا دیکھ لو اس سرد قامت کو — قیامت تک تیرا سر پر میرے احسان ہووے گا
عجب حسرت کی آنکھوں سے یہ بسمل تجھ کو تکتا ہے — خدا جانے کہ اس کے دل میں کیا ارمان ہووے گا

رفاقت نے تیرے اے آہ آتش باز میں گزرا
اثر جب تک ہو اس دل میں جگر بریان ہووے گا

نہ سر کا آستین، مرحمت تو میری آنکھوں سے
رہے جاری یونہی گر اشک تو طوفان ہووے گا

صفائے دو جہاں جس کے سماوے ایک گوشے میں
کوئی دشت تصور سے بڑا میدان ہووے گا

کوئی مہمان کسی کے گھر جو جاتا ہے تو کہتا ہوں
وہ کیا دن ہو گا تو جس دن میرا مہمان ہووے گا

اسے بالیں پہ میرے نزع کی مشکل میں لے آؤ
تو پھر تن سے نکلنا جان کا آسان ہووے گا

دیا ہے اس نے گو حکم مداوا لیکن اے یارو
یہاں ہے کام آخر جب تلک درمان ہووے گا

فنا کے بعد بہر امتحاں چیرو میرا سینا
جگر کے پرزے ہوں گے دل کی جا پیکان ہووے گا

خیال وصل سی فرقت میں شادی مرگ ہوتا ہوں
کہو کیسی خوشی ہو گی جو وہ مہمان ہووے گا

نہیں بچنے کا میں ہرگز اگر جاؤ گے تم یاں سے
قلق یاں تک تمہارے بن مجھے اے جان ہووے گا

یہ آنکھیں آگئیں اے ابر تر جس روز رونے پر
زمانے میں دوبارا نوح کا طوفان ہووے گا

گریباں گیراب تو ہو نہیں سکتے پہ محشر میں
ہمارا ہاتھ ہو گا اور تیرا دامان ہووئے گا

ترقی کو نہیں طاقت ذرا صدمہ اٹھانے کی
نہ رونے دیجو تم اس کو کہ یہ ہلکان ہووے گا

===========

کروں دعوا میں کس سے خون کا قاتل نہیں ملتا
چھپا ہے دل ہی میں میرے ولیکن دل نہیں ملتا

یہ دیوانا پٹکتا سر کو کیوں پھرتا ہے صحرا میں
مگر مجنوں کو لیلیٰ کا کہیں محمل نہیں ملتا

بہت کھوئے گئے ہیں جستجو میں اس کی ہم کیا ہیں
سراغ عشق ہے ملنا بہت مشکل نہیں ملتا

تڑپتا کیوں پھرے ہے تو کھڑا ہے سر پہ جو قاتل
کسے ڈھونڈے ہے کیا تجھ کو دل بسمل نہیں ملتا

دوا دیوے گا آخر بحر پایاں محبت کا
.... (۴۶) ساحل نہیں ملتا

مری تسخیر میں کر دیوے اے رشک پری تم کو
مجھے اس شہر میں ایسا کوئی عامل نہیں ملتا

کہا جو میں نے ملنا غیر سے اور بھاگنا ہم سے
تو بولا تیرے ملنے سے مجھے حاصل نہیں ملتا

عدم کی راہ آخر ہم ہی لیویں گے تن تنہا
کریں کیا آہ کوئی واقف منزل نہیں ملتا

تمہارے بن ہمارا.... (۴۷) کس پہ ہو ظاہر
کہوں کس سے کوئی اس بات کے قابل نہیں ملتا

ہوا ہے مجھ سے گو بے پردہ وہ پردہ نشین لیکن
حیا و شرم کا پردہ جو ہے حائل نہیں ملتا

نہیں تقصیر کچھ جراح کی اس نے تو اے یارو
بہت چاہا جگر کا زخم جاوے صل نہیں ملتا

ملے کیونکر ترقی سے بھلا وہ شمع بے پروا
کہیں دیوانے سے ہوتا ہے جو عاقل نہیں ملتا

===========

ناز نے تم کو جو شب گھر سے نکلنے نہ دیا
ضعف نے صبح تلک ہم کو بھی ملنے نہ دیا

ناتوانی سے جو اس کو میں گرے پھر نہ اٹھے
سنبھلے ہر چند ولے غش نے سنبھلنے نہ دیا

دست افسوس ہی تب کیونکہ نہ ملتے رہتے
عید کو اس نے مجھے عطر بھی ملنے دیا

غرق دریائے محبت کا نہ پوچھو احوال
عشق نے ایسا دبایا کہ اچھلنے نہ دیا

[کئی] اکثر یہ تصور نے تیرے مکھڑے کے
گل و گلشن سے کبھو ہم کو بہلنے نہ دیا

آتش عشق جلا کر مجھے کر دیتی خاک
دیدہ تر کا ہوں ممنون، کہ جلنے نہ دیا

دیکھنے محفل شب اس کی میں جاتا کیونکر
ہم نشینوں نے مجھے بھیس بدلنے نہ دیا

درد دل اپنا تا کہہ نہ سکوں اس خاطر
غیر کو پاس سے اُس شوخ نے ٹلنے نہ دیا

گھر سے نکلا تھا وہ غل سن کے ولے---
ساتھ تابوت کے میرے اسے چلنے نہ دیا

تھا نہ منظور جو گردوں کو مرا نشو و نما
صورت دانہ مجھے خاک میں رلنے نہ دیا

دیکھ جلتے مجھے شب شمع صفت محفل میں
وہ تو پگھلا تھا پہ غیروں نے پگھلنے نہ دیا

-- -- -- -- -- نہ کہلاتے تھے اگر
کیوں روکا--- مجھے اس نے اگلنے نہ دیا

ہم جدا جب سے ہوئے تم سے لگے دل کو یہ چوٹ
وقفہ دم بھر بھی ہمیں ------- نہ دیا

ہاتھ ------- میں طلب--- کیا
مارے ------ کے لگے پانو سے مسلنے نہ دیا

جیتے جی خلق میں دلسوز تھے اپنے کیا کیا
آئے مرقد پہ مرے شمع نے جلنے نہ دیا

- - - --------- اس کوچے میں
تھام کو ہاتھ [مرابام سے] ہلنے نہ دیا

سامنے اس کے بہت چاہا کہ روتے لیکن
شوق نظارہ نے اشک آنکھ سے ہلنے نہ دیا

نام دل وصل کی شب کیونکہ نکلتا اس سے
جس نے آنکھوں کو کف پا سے بھی ملنے نہ دیا

وصل کی راتیں میسر بہت آئیں لیکن
کبھو آرام جدائی کے خلل نے نہ دیا

[روئے] دل اپنا ترقی تر و تازہ تھا بہت
برق غم نے اسے پر---- سے بہلنے نہ دیا

============

پیار جو اس کا تھا مجھ پر وہ کدھر جاتا رہا
یک بیک کیا آہ کا میری اثر جاتا رہا

میں اکیلا روکوں کس کس جانے والے کو بھلا
دل تو تھا بتا دونوں ہاتھوں سے جگر جاتا رہا

ہے علاج عیسوی عاشق کی دل داری حبیب
جان جاوے گی مقرر دل اگر جاتا رہا

عشق بازی اور زر بازی کی کیا دھو میں رہیں
عشق بھی جاتا رہا جب مال و زر جاتا رہا

اس کی تیغ برق وش کی کب صفائی ہو بیاں — اک چمک سی دیکھی بس تن پر سے سر جاتا رہا
یہ مصائب عشق کے ہم نے اٹھائے ناصحا! — حشر کے صدموں کا بھی خوف و خطر جاتا رہا
تھا یہ کس قاتل کا کوچہ پاؤں رکھتے ہی جہاں — خون کے تالاب میں میں تا کمر جاتا رہا
کیوں نہ دیوانہ سا ڈھونڈوں دوستو وہ دلربا — تھا بغل میں شام سے وقت سحر جاتا رہا
اور کو دیکھا جو میں نے بولا مجرا لیجئے — آپ اشارے بھی لگے کرنے یہ ڈر جاتا رہا
وصل کی شب بیٹھے بیٹھے اٹھ کے پہلو سے میرے — دل پر اور اک داغ دے وہ سیم بر جاتا رہا
تھا ہمارے مرغ دل کا عرش اعلیٰ سیر گاہ — ہاتھ سے وہ طائر بے بال و پر جاتا رہا
وہ کہاں [بالی] جو ہمسائے نہ سونے پائے تھے — دل کی طاقت کم ہوئی سب شور و شر جاتا رہا
منزل مقصود تک کس طرح پہنچوں میں غریب — قافلہ بھی چھوٹا اور زاد سفر جاتا رہا
دل دکھا بولا مجھے دلبر کہا کرتا تھا تو — کچھ خبر ہے دل ترا اے بے خبر جاتا رہا
کل ترقی وہ جو اک کوچے میں قسمت سے ملا
مجھ کو غش آیا ادھر اور وہ ادھر جاتا رہا

بے وفا تجھ سا جہاں میں کوئی رہتا نہیں کیجے کس سے گلا
سچ تو یوں ہے ہمیں عشق سزا وار نہیں تری تقصیر بھی کیا
فصل گل کی نہ قفس میں مجھے دے خوش خبری یاں ہے بے بال و پری
لائق سیر چمن اب یہ دل افکار نہیں کیوں رلاتی ہے صبا
کتنا چاہا کہ تیرے عشق میں مر جائیں ہم پر نکلتا نہیں دم
اے صنم تو بھی مرے شکل سے بے زار نہیں ہے اجل بھی تو خفا
درد دل سے میرے آگاہ ہو کیونکر وہ صنم کہو اب کیا کریں ہم
واں تو پرسش نہیں یاں طاقت اظہار نہیں ہے یہ سامان قضا
جب تلک دیکھوں نہ صورت تیری اے راحت جاں مجھے آرام کہاں
حیف اس پر تجھے پروا میری اے یار نہیں میں تو تجھ پر ہوں فدا
نبض عاشق کی تیرے دیکھی، کہتے ہیں طبیب نہ بچے گا یہ غریب
درد الفت ہے اسے اور کچھ آزار نہیں کارگر کیا ہوا دوا
امتحان گر میری الفت کا تجھے ہے منظور کب ہے انکار مجھے

. . . .

دیکھ پچھتائے گا----- تو نہ کھو مفت میں جاں

. . . .

ترک کر عشق بتاں فائدہ اس میں سوا رنج کے اے یار نہیں

============

ابروئے یار نے ہمیں مارا تیغ خم دار نے ہمیں مارا
یار سے کی مسیح نے فریاد تیرے بیمار نے ہمیں مارا
آج کل پرسوں اور اترسوں روز دن کی تکرار نے ہمیں مارا
قتل جس نے کیا زمانے کو اسی خونخوار نے ہمیں مارا
اس کے در پر ہیں کشتوں کے پشتے رشک اغیار نے ہمیں مارا
وصل کی آرزو میں جان گئے شوق دیدار نے ہمیں مارا
کل برہمن بچوں کا میلا تھا ایک اوتار نے ہمیں مارا
اے ترقی نہ پوچھ حالت عشق اسی آزار نے ہمیں مارا

متفرق اشعار

فروائے قیامت کا ہے وعدہ ترا کل کا یاں زیست کا اپنے تو بھروسا نہیں پل کا

============

میں ہوا شرمندہ اور وہ مجھ سے بے دل ہو گیا داغ دل رخسار کے تل سے مقابل ہو گیا
خدایا نرم گر اس کا جگر ہو گا تو کیا ہو گا ہماری آہ میں اتنا اثر ہو گیا تو کیا ہو گا

============

یہ ایذا ہے سزا اس کی جو دل تجھ سے لگایا تھا مصیبت کون دیکھے لطف تو ہم نے اٹھایا تھا
مت سمجھو کہ ہوں کسی سے خفا ان دنوں ہوں میں اپنے جی سے خفا

حواشی

ا۔ پ = کیونکر اس صاحب قدرت کے نہ ہوں سب قائل

۲- ل، م، سدا۔
۳- پ : تیرے دیوان کا نہ ٹھہرا ہو ترقی کیوں کر
۴- پ : اس آزار
۵- پ : جسے دیکھ کر بھولی چال اپنی کبک
۶- پ : قابل
۷- پ : کروں شکوہ کیا
۸- پ : ترقی بھلا اور یہ دیکھیں ہم
ترشح تری کلک دربار کا
۹- ل، م- بوج
۱۰- م- قبل
۱۱- پ : مری
۱۲- مجموعہ نغز- آیا رنگ اور روپ جو لوٹ گیا
۱۳- عیار الشعراء-
کون سا گل اس باغ میں آیا رنگ اور روپ جو لوٹ گیا
کس نے اس سے آنکھ ملائی دیدۂ نرگس پھوٹ گیا
۱۴- نسخہ ل میں اس شعر کے بعد اشعار کی ترتیب صفحہ پر بدل گئی ہے دوسری لائن میں اشعار نیچے سے اوپر کی بجائے، اوپر سے نیچے کی طرف درج ہیں۔
۱۵- ل = حر
۱۶- م میں اس شعر کی ابتدائی شکل جسے منسوخ کر دیا گیا، یوں ہے۔
گر جزو لا تجزی کہئے تو کیا عجب ہے
موہوم اس کا حق نے ایسا دہاں بنایا
۱۷- ریاض الفصحاء = لب
۱۸- ریاض الفصحاء م = ساغر
۱۹- ریاض الفصحاء = کون مست
۲۰- ریاض الفصحاء = ساغر
۲۱- ریاض الفصحاء (اضافہ)

اے موج لطمہ زا ترا اللہ رے غرور
کیا لطف توڑنا دل نازک حباب کا
کرنا نہ تو تصور اگر ہو سکے فلک

آ یاد تجھ سے گھر کسی خانہ خراب کا
مجموعہ حقائق قدرت ہے خانہ خراب کا
مطلب نہ سمجھے پیر خرد اس کتاب کا

۲۲- م- دکھلاؤں

۲۳- ل- نے

۲۴- م- ماہ

۲۵- م میں اس مصرعے کی ابتدائی مشکل جسے منسوخ کر دیا گیا، یوں ہے

خاک پر بیٹھا لکیریں کھینچے ہے دیوانہ وار

۲۶- ل، م- صدمہ

۲۷- م- کو

۲۸- م- دل رنجور

۲۹- م- تب

۳۰- ل- م موہنہ

۳۱- م- یہ

۳۲- گلستان بے خزاں میں اس مصرعے کی شکل یوں ہے

پیچھے ترقی دیکھئے کتنی ہو تجھ کو اب

۳۳- " " تو

۳۴- م کھینچ مت اے صبا عبث کو کاٹ کر کسی دوسرے کاتب کے ہاتھ سے لکھا ہے-

ناخن پند کو نہ دو

۳۵- م = برا

۳۶- م- لاف

۳۷- ل- م- سدا

۳۸- ل- روزن

۳۹- م = بے پروبالی نے ہم کو اپنی

۴۰- م میں اس مصرعے کی ابتدائی حالت یوں ہے جسے منسوخ کر دیا گیا

شب اس نے چھوڑ دی کاکل جو چاند سے منہ پر

۴۱- م میں اس مصرعے کی ابتدائی جسے منسوخ کر دیا گیا یوں ہے-

میں رویا گو ہر گوش اس کا یاد کر کے جو رات

۴۲- ل م - نگاہ

۴۳- م میں اس شعر کے بعد مذکور شعر درج ہے جسے کاتب نے کاٹ دیا ہے

نزاکت اس کی تو دیکھو کہ دوش پر اس کے
رکھا میں دست تصور تو درد شانہ ہوا

۴۴- م (منسوخ) آہ دل، بام پر آج

۴۵- م : شب

۴۶- ناخوانا

۴۷- ناخوانا

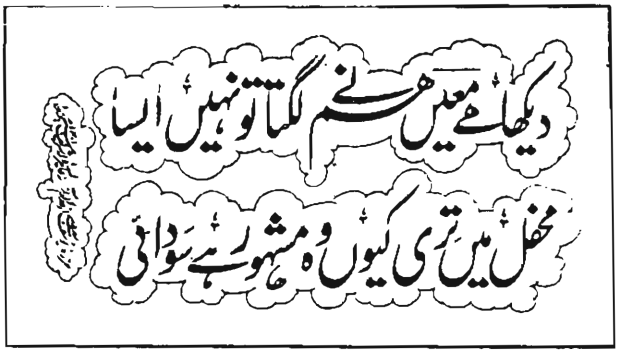

حافظ محمد یوسف سدیدی صاحب کی خطاطی کا ایک نمونہ